زبان سے نیت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

لغوي معني :

نیت کے لغوی معنی قصد و ارادہ کے ہیں۔

اصطلاحي تعريف :

علامہ بیضاوی (۶۸۵ھ) لکھتے ہیں :

اَلشَّرْعُ خَصَّصَهَا بِالْإِرَادَةِ الْمُتَوَجِّهَةِ نَحْوَ الْفِعْلِ ابْتِغَاءً لِّوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَامْتِثَالًا لِّحُكْمِهٖ .

''شریعت میں نیت کسی کام کے ارادے کا نام ہے، جس میں اللہ کی رضا اور اس کے حکم کی بجا آوری مقصود ہو۔''

(تحفة الأبرار :1/20)

علامہ کاسانی (۵۸۷ھ) لکھتے ہیں :

اَلنِّیَّةُ هِيَ الْإِرَادَةُ، فَنِيَّةُ الصَّلَاةِ هِيَ إِرَادَةُ الصَّلَاةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلَی الْخُلُوصِ، وَالْإِرَادَةُ عَمَلُ الْقَلْبِ .

''نیت ارادے کا نام ہے، لہٰذا نماز کی نیت یہ ہے کہ اللہ کے لیے خلوص دل سے نماز کا قصد کریں اور ارادہ دل کا عمل ہے۔''

(بدائع الصّنائع :127/1)

فرمان باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(البينة : 5)

''انہیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خاص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کریں۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی .

''اعمال کا اعتبار نیتوں پر موقوف ہے اور ہر شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا۔''

(صحيح البخاري :1، صحيح مسلم : 1907)

عمل اورنیت کا تعلق :

شرع کے ساتھ عمل اور نیت کا تعلق چھ اعتبار سے ہے۔

① عمل اور نیت دونوں شرع کے موافق ہوں، تو یہ ثواب کا موجب ہے۔

② دونوں خلاف شرع ہوں، تو عذاب کا باعث ہے۔

③ عمل موافق شرع ہو اور اس موافقت کا علم بھی ہو، لیکن نیت مخالفِ شرع ہو، تو ثواب نہیں ملے گا، جیسا کہ دکھلاوے کی نماز۔

④ عمل موافق شرع، مگر علم نہیں اور نیت مخالفِ شرع، تو نیت پر گناہ ہوگا، عمل پر نہیں۔ جیسے اجنبی عورت سمجھ کر اپنی بیوی سے جماع کرے۔

⑤ عمل مخالفِ شرع ہو، علم بھی ہے، لیکن نیت موافق شرع ہے، تو گناہ گار

ہے، ثواب نہیں ملے گا۔ جیسا کہ بدعت۔

⑥ عمل مخالفِ شرع، مگر علم نہیں، لیکن نیت موافق شرع ہے، تو گناہ نہیں ہو گا۔ جیسے اپنی بیوی سمجھ کر اجنبی عورت سے جماع کرنا۔

عبادات میں نیت ہر ایک کے نزدیک ضروری ہے۔ نیز نیت اور ارادہ میں کوئی فرق نہیں۔ ارادہ میں غرض کا ذکر نہیں ہوتا، ذکر نہ ہونے سے عدم لازم نہیں آتا۔

زبان سے نیت :

زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

علامہ ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ : لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيقٍ صَحِيحٍ وَّلَا ضَعِيفٍ أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْافْتِتَاحِ : أُصَلِّي كَذَا، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، بَلِ الْمَنْقُولُ : أَنَّهٗ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ .

''بعض حفاظ حدیث کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف سند سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت فرمایا ہو: میں فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نہ ہی کسی صحابی یا تابعی سے ایسا کوئی عمل ثابت ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے، لہٰذا یہ (زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔''

(فتح القدير :1/266-267)

علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ لَوْ نَوٰى بِقَلْبِهٖ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَإِنَّهٗ يَجُوزُ كَمَا حَكَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ فَمَا فِي الْخَانِيَّةِ .

''تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر نمازی دل سے نیت کرے اور زبان سے نہ کرے، تو ایسا کرنا جائز ہے، جیسا کہ کئی ایک سے ثابت ہے، نیز 'خانیۃ' میں بھی یہی لکھا ہے۔''

(البحر الرّائق :1/292)

شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ وَإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ، وَلَمْ يَنْقُلْ مُسْلِمٌ لَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهٗ قَدْ تَلَفَّظَ قَبْلَ التَّكْبِيرِ بِلَفْظِ النِّيَّةِ لَا سِرًّا وَّلَا جَهْرًا وَّلَا أَنَّهٗ أَمَرَ بِذَالِكَ . وَمِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْهِمَمَ وَالدَّوَاعِيَ مُتَوَفِّرَةٌ عَلٰى نَقْلِ ذٰلِكَ لَوْ كَانَ

ذٰلِكَ وَأَنَّهٗ يَمْتَنِعُ عَلٰى أَهْلِ التَّوَاتُرِ عَادَةً وَّشَرْعًا كِتْمَانُ نَقْلِ ذٰلِكَ فَإِذَا لَمْ يَنْقُلْهُ أَحَدٌ عُلِمَ قَطْعًا أَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ .

''متواتر احادیث اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اکبر کے ساتھ نماز شروع کرتے تھے۔ تکبیر سے قبل سری وجہری طور پر نیت کے الفاظ ادا کرنا کسی مسلمان سے ثابت نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی صحابی سے ایسا حکم دینا یا ایسا کوئی کام کرنا ثابت نہیں۔ یہ طے ہے کہ زبانی نیت کی کوئی حیثیت ہوتی تو اسے نقل کرنے پر بہت زیادہ اہتمام اور داعیہ ہوتا۔ اہل تواتر کو نہ شریعت نے اجازت دی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی واقعہ ثابت ہوا ہے کہ کسی متواتر کے نقل کو چھپا لیں، جب اسے کسی نے بھی نقل نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 22/236-237)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

''نیت کسی کام پر پختہ عزم کا نام ہے اور اس کا محل دل ہے۔ زبان سے اس کا تعلق نہیں۔ تب ہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے صحابہ سے کسی بھی کام میں الفاظ سے نیت کرنا ثابت نہیں، بلکہ ہم آج تک اس کا ذکر ہی نہیں سنا۔ وضو اور نماز کے شروع میں جو الفاظ گھڑ لئے گئے ہیں، شیطان نے انہیں وسوسے کا شکار لوگوں کے لیے میدان کارزار بنایا ہے۔ وہ انہیں ثواب کی امید دلاتا ہے اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے صحیح طور پر ادا کرنے کی طلب ذہن میں ڈال دیتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ان وسوسوں کا شکار آدمی ایسے الفاظ کو بار بار دہراتا ہے اور خود پر سختی کرتا ہے۔ جب کہ یہ نماز کا حصہ نہیں ہے۔ نیت کسی کام کے ارادے کو کہتے ہیں، کسی کام کا پختہ ارادہ کرنے والے کو ناوی (نیت کرنے والا) بھی کہتے ہیں۔ ارادے کو نیت سے جدا

نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ ارادہ نیت کی حقیقت میں داخل ہے۔ جو وضو کے لیے بیٹھا، اس نے وضو کی نیت کی اور جو نماز کے لیے کھڑا ہوا، اس نے نماز کی نیت کی۔ کوئی عقلمند آدمی کسی کام کو، چاہے وہ عبادات ہوں یا کوئی اور کام، بغیر نیت کے نہیں کر سکتا، لہٰذا نیت انسان کے مقصود افعال کے ساتھ لازم ہے۔ اس کے لیے کسی قسم کی مشقت یا حصول کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اپنے اختیاری افعال میں نیت کو ختم کرنا بھی چاہے، تو نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے نماز اور وضو بغیر نیت کے ادا کرنے کا مکلّف بناتا، تو یہ تکلیف مالا یطاق کی قبیل سے ہوتا، جو اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ تو حصول نیت کے لیے مشقت اٹھانے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر نیت کے ہونے میں شک گزرے، تو یہ جنون (پاگل پن) کی قسم ہے، کیوں کہ انسان کا اپنی حالت کو جاننا یقینی امر ہے۔ ایک عقل منداپنے آپ کو شک میں کیسے ڈال سکتا ہے؟ مثلاً اگر کوئی امام کی اقتدا میں ظہر ادا کرنے لگے، تو وہ اس میں کیسے شک کر سکتا ہے؟ اس حالت میں اگر اسے کوئی کسی اور کام کے لیے بلائے، تو وہ کہے گا کہ میں مصروف ہوں اور نماز ظہر پڑھنے لگا ہوں۔ اگر کوئی اسے نماز کی طرف جاتے ہوئے پوچھے، کہاں جا رہے ہو؟ تو کہے گا کہ میں با جماعت نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ جانتے بوجھتے ایک عقل مند خود کو شک میں کیسے ڈال سکتا ہے؟''

(إغاثة اللّهفان في مصايد الشّيطان: 1/136-137)

نیز فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے، تو اللہ اکبر کہا۔ اس سے قبل کچھ نہیں کہا، نہ کبھی الفاظ سے نیت کی۔ نہ ہی یہ کہا کہ میں اللہ کے لیے چار رکعات نمازِ فلاں، روبقبلہ ہو کر بہ طور امام یا مقتدی ادا یا قضاء، فلاں وقت ادا کرتا ہوں۔ یہ دس بدعات ہیں۔ ان میں ایک لفظ بھی کسی نے صحیح، ضعیف، متصل یا مرسل سند کے ساتھ نقل نہیں کیا، بلکہ کسی محدث سے بھی ایسا ثابت نہیں ہے۔ کسی تابعی نے اسے مستحسن سمجھا، نہ ائمہ اربعہ نے۔ بعض متاخرین سے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو سمجھنے میں خطا ہوئی کہ انہوں نے نماز کی بابت فرمایا: ''یہ روزے کی طرح نہیں ہے، ہر کوئی اس میں ذکر کے ساتھ ہی داخل ہوتا ہے۔'' اس نے سمجھ لیا کہ ذکر سے مراد تلفظ کے ساتھ نیت کرنا ہے، حالانکہ امام شافعی رحمہ اللہ کی مراد تو تکبیر تحریمہ ہے۔ بھلا امام شافعی رحمہ اللہ اس کام کو مستحب کیوں کر کہہ سکتے ہیں، جسے نبی کریم ﷺ، کسی خلیفہ راشد یا صحابی نے کسی ایک نماز میں بھی نہ کیا ہو۔ ان کی ہدایات اور سوانح ہائے حیات موجود ہیں، اگر کوئی ہمیں اس سلسلہ سے ایک حرف بھی ثابت کر دے، ہم اسے قبول کریں گے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیں گے، کیوں کہ ان کی ہدایت سے کامل کوئی ہدایت نہیں ہو سکتی اور سنت وہی ہے، جو صحابہ رضی اللہ عنہم صاحب شریعت محمد رسول اللہ ﷺ سے نقل کریں۔''

(زاد المَعاد في هدي خير العباد :194/1)

علامہ شرنبلالی (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ قَالَ مِنْ مَّشَايِخِنَا : إِنَّ التَّلَفُّظَ بِالنِّيَّةِ سُنَّةٌ لَّمْ يُرِدْ بِهٖ سُنَّةَ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَلْ سُنَّةَ بَعْضِ الْمَشَايِخِ لِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَكَثْرَةِ الشَّوَاغِلِ عَلَى الْقُلُوبِ فِيمَا بَعْدَ زَمَنِ التَّابِعِينَ .

''ہمارے مشائخ میں سے جنہوں نے کہا ہے کہ الفاظ سے نیت کرنا سنت ہے، ان کی مراد سنت نبوی نہیں، بلکہ بعض مشائخ کا طریقہ مراد ہے، جو انہوں نے تابعین کے دور کے بعد زمانہ مختلف ہو جانے اور دل پر مشغولیت بڑھ جانے کی وجہ سے جاری کر دیا تھا۔''

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص 84)

علامہ ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

''ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے بڑی عجیب بات کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی نیت الفاظ سے کی، لہٰذا ہم نے اسے تمام عبادات پر قیاس کر لیا۔

ہم کہتے ہیں:...... ایسی کوئی روایت موجود نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو، میں حج کی نیت کرتا ہوں، بلکہ روایت یوں ہے کہ اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ یہ تو دعا ہے۔ خبر نیت کے قائم مقام تب ہو گی، جب اسے انشا بنایا جائے، جو کہ عقد (لین دین) میں ہوتا ہے، نیز عقد انشائی غیر معلوم چیز ہے۔ اس احتمال کے باوجود بھی استدلال درست نہیں اور اسے مقیس علیہ بنانا صحیح نہیں، بلکہ محال ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ الفاظ سے نیت کے عدم ورود سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے، جب تک ورود (ثبوت) نہ ہو، تب تک

عدم وقوع ہی لازم آئے گا۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے تھے، اگر آپ کوئی اور الفاظ بولتے، تو صحابہ کرام اسے نقل کر دیتے، نیز مسیء الصلوٰۃ سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: جب آپ نماز پڑھنے لگیں، تو اللہ اکبر کہیں...... یہ دلیل ہے کہ نیت کے الفاظ کی کوئی حیثیت نہیں۔ ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا: آپ تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ پڑھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: 42/1)

علامہ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''یہاں تین صورتیں بنتی ہیں:

① صرف دل کی نیت پر اکتفا کر لینا، اتفاق ہے کہ یہ کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی طریقہ مروی ہے۔ نیز ان میں کسی سے بھی یہ کہنا ثابت نہیں کہ میں نے فلاں نماز کی فلاں وقت میں نیت کی یا نیت کرتا ہوں، وغیرہ۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں یہ بات واضح کر دی ہے۔

② صرف الفاظ سے نیت کرنا، دل کا ارادہ وقصد نہ ہو، یہ بالاتفاق ناکافی ہے۔ ③ دونوں کو جمع کرنا، تحفۃ الملوک کے مطابق یہ سنت ہے، جو کہ درست نہیں اور 'المنیۃ' کے مطابق یہ مستحب ہے، یعنی علما کا فعل ہے اور انہوں نے اسے مستحب کہا ہے، ایسا نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل تھا یا آپ نے اس کی ترغیب دلائی تھی، کیوں کہ یہ بالکل ثابت نہیں۔ احناف

نے اسے مستحب اور مستحسن کہنے کی علت یہ بتائی ہے کہ اس سے دل وزبان کی موافقت اور ایک فرض کے لیے اہتمام ہو جاتا ہے۔''

(عمدة الرّعاية، 139/1)

تنبیه :

علامہ علی بن ابوبکر مرغینانی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

اَلنِّيَّةُ هِيَ الْإِرَادَةُ وَالشَّرْطُ أَنْ يَعْلَمَ بِقَلْبِهٖ أَيَّ صَلَاةٍ يُّصَلِّي، أَمَّا الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِهٖ وَيَحْسُنُ ذٰلِكَ لِاجْتِمَاعِ عَزِيمَتِهٖ .

''نیت قصد اور ارادے کا نام ہے، شرط یہ ہے کہ دل کو معلوم ہو کہ وہ فلاں نماز پڑھ رہا ہے، رہا زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا، تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، ہاں قصد و ارادے کو جمع کرنے کے لیے (زبان سے نیت کرنا) مستحب ہے۔''

(الهداية : 95/1)

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''(يَحْسُنُ ذٰلِكَ لِاجْتِمَاعِ عَزِيمَتِهٖ) کا معنی یہ ہے کہ نماز کی نیت زبان سے کرنا مستحسن ہے، جب کہ یہ بات محل نظر ہے۔ 'المفید' میں لکھا ہے: ہمارے بعض مشائخ نے زبان سے نیت کو مکروہ جانا ہے، کیوں کہ نیت دل کی معرفت کا نام ہے، اللہ تعالیٰ مافی الضمیر پر مطلع ہے، لہٰذا زبان سے وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہی بات درست ہے، کیوں کہ یہ کہنا : میں

فلاں فلاں نماز کی نیت کرتا ہوں، کئی لحاظ سے فضول ہے:
① منقول و ماثور نہیں۔ ② الفاظ سے نیت کرنے والا یا تو انشا کا ارادہ کرتا ہے، یا خبر کا، ہر دو لحاظ سے باطل ہے۔ انشا سے اس لیے کہ نماز ان عقود میں سے نہیں ہے، جو انشا سے ثابت ہوتے ہیں اور خبر سے اس لیے نہیں، کیوں کہ یا تو وہ خود کو خبر دے گا، یا اللہ کو یا کراما کاتبین کو۔ ان میں سے کوئی بھی صورت درست نہیں۔''

(التّنبیهات على مشكلات الهداية :1/509-510)

تنبیه :

ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ الشَّافِعِيُّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، مُوَجِّهًا لِّبَيْتِ اللّٰهِ مُؤْدِيًا لِّفَرْضِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اللّٰهُ أَكْبَرُ .

''امام شافعی رحمہ اللہ نماز میں داخل ہونے لگتے، تو کہتے : بِسْمِ اللّٰهِ، مُوَجِّهًا لِّبَيْتِ اللّٰهِ مُؤْدِيًا لِّفَرْضِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اللّٰهُ أَكْبَرُ .

''بسم اللہ، منہ طرف کعبہ شریف، فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے، اللہ اکبر۔''

(معجم ابن المقرىء : 317، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اجتہاد ہے، جس پر قرآن وسنت، صحابہ، تابعین اور خیر القرون کے مسلمانوں کے عمل سے کوئی دلیل نہیں، لہذا یہ اجتہاد خطا پر مبنی اور شاذ ہے۔ ہر ایک کی بات قرآن وسنت اور قرون ثلاثہ کے مسلمانوں پر پیش کی جائے گی، موافق ہو، تو قبول،

ورنہ رد کر دی جائے گی۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمِيزَانُ الْأَكْبَرُ، فَعَلَيْهِ تُعْرَضُ الْأَشْيَاءُ، عَلٰى خُلُقِهٖ وَسِيرَتِهٖ وَهَدْيِهٖ، فَمَا وَافَقَهَا فَهُوَ الْحَقُّ، وَمَا خَالَفَهَا فَهُوَ الْبَاطِلُ.

''رسول اللہ ﷺ میزان اکبر ہیں، ہر قول وفعل آپ کی سنت، سیرت اور ہدایت پر پیش کیا جائے گا، جو موافق ہو، وہ تو حق ہے اور جو مخالف ہو، باطل ہے۔''

(الجامع لأخلاق الراوي وآداب السّامع للخطيب: 79/1، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

تُوزَنُ الْأَقْوَالُ وَالْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهٖ وَأَعْمَالِهٖ، فَمَا وَافَقَ ذٰلِكَ قُبِلَ، وَمَا خَالَفَهٗ فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلٰى قَائِلِهٖ وَفَاعِلِهٖ، كَائِنًا مَّا كَانَ.

''تمام اقوال واعمال نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال پر پیش کئے جائیں گے، جو موافق ہوں، لے لئے جائیں گے اور جو مخالف ہوں، انہیں رد کر دیا جائے، خواہ ان کا قائل وفاعل کوئی بھی ہو۔''(تفسیر ابن کثیر: 90/6)

فائدہ:

بعض لوگ روزے کی نیت کرتے وقت یہ الفاظ کہتے ہیں:

بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ.

''میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔''

تبصرہ :

یہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی درست نہیں۔ جس دن کا روزہ رکھا جا رہا ہے، اس کی نیت میں یہ کہنا کہ میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں، مضحکہ خیز ہے۔

ملا علی قاری صاحب نے ان الفاظ کو بے اصل قرار دیا ہے۔

(مرقاة المفاتيح : 4/1387)

نیت دل کے قصد و ارادے کا نام ہے، زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

فائدہ :

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

عَجَبًا لِّتَرْكِ النَّاسِ هٰذَا الْإِهْلَالَ، وَلِتَكْبِيرِهِمْ مَّا بِي، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ التَّكْبِيرَةُ حَسَنًا، وَلٰكِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي الْإِنْسَانَ مِنْ قِبَلِ الْإِثْمِ، فَإِذَا عُصِمَ مِنْهُ جَاءَهٗ مِنْ نَّحْوِ الْبِرِّ، لِيَدَعَ سُنَّةً وَّلِيَبْتَدِعَ بِدْعَةً .

”تعجب ہے! لوگ تلبیہ چھوڑ کر تکبیر کہنے لگے ہیں، مانا کہ تکبیر اچھی چیز ہے، مگر شیطان انسان کے پاس گناہ کے دروازے سے آتا ہے، جب انسان اس داؤ سے بچ جائے، تو نیکی کے دروازے سے آتا ہے تاکہ وہ سنت چھوڑ کر بدعت اپنا لے۔“

(مسند إسحاق بن راهويه : 482، وسندهٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀